تاریخ اسلامی میں دروغ گو راویوں کا کردار اور تدوین جدید کی ضرورت

مفتی عارف محمود

ابن جریر طبری کا مذہب اور ایک غلطی کا ازالہ:...... تاریخ طبری کے مصنف ''ابن جریر طبری'' کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سنی شافعی المسلک تھے، طبقات شافعیہ اور دیگر رجال کی کتابوں میں یہی مذکور ہے۔(۱۷) لیکن یہ یاد رہے کہ اسی نام وولدیت سے ایک اور شخص بھی گزرا ہے جو رافضی تھا، چناں چہ علمائے رجال نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی تھا، اس کی بہت ساری تصانیف بھی ہیں، ان میں سے ایک "كتاب الرواة عن أهل البيت" بھی ہے، حافظ سلیمانی رحمہ اللہ کے کلام " كان يضع للروافض " کا مصداق بھی یہی شخص ہے۔(۱۸)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن جریر طبری (سنی) کے بارے میں (مسح رجلین کے قائل ہونے کا شبہ) اس لیے پیدا ہوا کہ ابن جریر جو مسح رجلین کا قائل تھا وہ ان کے علاوہ ایک اور شخص ہے جو شیعہ تھا، ان دونوں کا نام اور ولدیت ایک جیسی ہے، میں نے اس (ابن جریر شیعی) کی شیعہ مذہب کے اصول وفروع کے بارے میں کتابیں دیکھیں ہیں۔(۱۹) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن جریر کے بارے مسح رجلین کے قائل ہونے کی جو حکایت بیان کی جاتی ہے تو اس سے مراد محمد بن جریر بن رستم رافضی ہے کیوں کہ یہ ان کا مذہب ہے (نہ کہ اہل سنت کا)۔(۲۰) چوں کہ دونوں کا نام ولدیت اور کنیت ایک جیسی ہے اس لیے بہت سارے خواص بھی اس سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے دادا کا نام جدا جدا ہے، سنی ابن جریر کے داد کا نام یزید ہے اور رافضی ابن جریر کے دادا کا نام رستم ہے۔(۲۱)

خود شیعہ مصنفین اور اصحابِ رجال میں سے بحر العلوم طباطبائی، ابن الندیم، علی بن داؤد حلی، ابوجعفر طوسی، ابو العباس نجاشی اور سیّد خوئی وغیرہ نے ابن جریر بن رستم طبری کے اہل تشیع میں سے ہونے کی تصریح کی ہے۔(۲۲) بہر حال دونوں ناموں اور ولدیت وکنیت میں تشابہ ہے، اسی تشابہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شیعہ علما نے ابن جریر شیعی کی بہت ساری کتابوں کی نسبت ابن جریر سنی کی طرف کرنے کی کوشش کی ہے، چناں چہ ڈاکٹر ناصر بن عبداللہ بن علی قفازی

نے "أصول مذهب الشيعة الإمامية الإثني عشرية ،عرض و نقد" میں لکھا ہے:

"روافض نے اس تشابہ کو غنیمت جان کر ابن جریر سنی کی طرف بعض ان کتابوں کی نسبت کی ہے جس سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ ابن الندیم نے الفہرست، ص:۳۳۵ میں "کتاب المسترشد في الإمامة" کی نسبت ابن جریر سنی کی طرف کی ہے حالاں کہ وہ ابن جریر شیعی کی ہے، دیکھیے: طبقات أعلام الشیعة في المائة الرابعة، ص: ۲۵۲ ،ابن شهر آشوب ،معالم العلماء، ص: ۱۰٦ ، آج بھی روافض بعض اُن اخبار کی نسبت امام طبری کی طرف کرتے ہیں جن سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، حالاں کہ وہ اس سے بری ہیں، دیکھیے: الأمیني النجفي ،الغدیر: ۱/ ۲۱۴، ۲۱٦۔ روافض کے اس طرز عمل نے ابن جریر طبری سنی کو ان کی زندگی میں بہت سارے مصائب سے دو چار کیا، یہاں تک کہ عوام میں سے بعض لوگوں نے انہیں رفض سے متہم بھی کیا، جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، دیکھیے: البدایة والنهایة: ۱۱/ ۱٤٦"۔(۲۳)

موضوعِ بحث:......اس وقت ہمارا موضوعِ بحث علامہ ابن جریر بن یزید طبری شافعی اور ان کی تاریخ ہے، موصوف چوں کہ بڑے اور بلند مرتبہ کے عالم سمجھے جاتے ہیں، خاص کر قرونِ ثلاثہ کی تاریخ کے حوالہ سے ان کا نام اور کتاب کسی تعارف کے محتاج نہیں، قدیم وجدید تمام مؤرخین نے ان سے استفادہ کیا ہے۔

تاریخ طبری کا اجمالی جائزہ:......ان ساری خصوصیات کے باوجود تاریخ طبری میں جگہ جگہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ایسی بے بنیاد اور جھوٹی روایات مروی ہیں، جن کی کوئی معقول و مناسب توجیہ نہیں کی جاسکتی ہے، جب کہ عدالت صحابہ کرام پر موجود قطعی نصوص قرآن وسنت اور اجماع امت کے پیش نظر منصف مزاج اہل علم امام طبری اور خاص کر ان کی تاریخ میں مروی اس طرح کی روایات پر کلام کرنے پہ مجبور ہوئے ہیں، چوں کی تاریخ طبری بڑے بڑے دروغ گو، کذاب اور متہم بالکذب راویوں کی روایات سے بھری ہوئی ہے، مثلاً تاریخ طبری کی روایات کا ایک جائزہ لینے کے لیے ڈاکٹر خالد علال کبیر صاحب نے تاریخ طبری میں موجود ثقہ وغیر ثقہ راویوں کی روایات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے، چناں چہ وہ لکھے ہیں کہ

"تاریخ طبری میں اس کے بارہ (۱۲) مرکزی رُوات کی روایات کا جائزہ لیتے ہیں، جن میں سے سات راوی کذاب یا متہم بالکذب ہیں اور پانچ ثقہ ہیں۔

دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ:......محمد بن سائب کلبی کی بارہ (۱۲) روایات، حشام بن محمد کلبی کی پچپن (۵۵) روایات، محمد بن عمر کی چار سو چالیس (۴۴۰) روایات، سیف بن عمر تمیمی کی سات سو (۷۰۰) روایات، ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی چھ سو بارہ (٦۱۲) روایات، ہیثم بن عدی کی

سولہ(۱٦) روایات، محمد بن اسحاق بن سیار [یسار] (۲۳☆) کی ایک سو چونسٹھ (۱٦۴) روایات ہیں، ان سب کی روایات کا مجموعہ جن کو مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے وہ انیس سو ننانوے (۱۹۹۹) ہے۔

ثقہ راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ:...... زبیر بن بکار کی آٹھ (۸) روایات، محمد بن سعد کی ایک سو چونسٹھ (۱٦۴) روایات، موسیٰ بن عقبہ کی سات (۷) روایات، خلیفہ بن خیاط کی ایک (۱) روایت، وھب بن منبہ کی چھیالیس (۴٦) روایات ہیں۔ تاریخ طبری کے ان پانچ ثقہ راویوں کی روایات کا مجموعہ دو سو نو (۲۰۹) ہے۔

تو گویا تاریخ طبری میں دو سو نو (۲۰۹) ثقہ روایات کے مقابلہ میں ان سات دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی انیس سو ننانوے (۱۹۹۹) روایات ہیں، ان دونوں کے تناسب سے اندازہ لگا جاسکتا ہے کہ تاریخ طبری جیسی قدیم اور مستند سمجھی جانے والی کتاب کا جب یہ حال ہے تو تاریخ کی باقی کتابوں کا کیا حال ہوگا۔(۲۴)

علامہ طبری کا اعتراف:...... مذکورہ بالا باتوں کی تائید خود علامہ طبری کے اپنی تاریخ کے مقدمہ کے اس اعتراف سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے واضح طور سے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بغیر نقد و تمحیص کے مختلف فرقوں اور گروہوں کے راویوں کی روایات کو ان کی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ چناں چہ قارئین کے اطمینان قلبی کی خاطر علامہ طبری کی وہ پوری عربی عبارت پیش خدمت ہے، جس میں انہوں نے محض سند کے ساتھ بغیر نقد و تمحیص کے روایات ذکر کرنے کا اعتراف کیا ہے:

"فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه، أو يستشنعه سامعه، من أجل أنه لم يعرف له وجهاً في الصحة، ولا معنى في الحقيقة ، فليعلم أنه لم يؤت في ذلك من قبلنا ، و إنما من قبل بعض ناقليه إلينا، وأنا إنما أدينا دلك على نحوما أدى إلينا " .(۲۵)

غور فرمایئے! کیا صرف سند کے ساتھ رطب و یابس، غث و سمین اور ثقہ و غیر معتبر ہر طرح کی روایات کا نقل محض کسی بھی ثقہ مصنف کے لیے معقول عذر بن سکتا ہے؟ اس پر اپنی ذاتی رائے اور نقطہ نظر پیش کرنے کی بجائے ہم محقق علماء کی آرا نقل کر کے فیصلہ انصاف پسند قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا اعتراف:...... اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ابن جریر طبری ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ ہیں، لیکن ان کے بارے میں تشیع کی طرف میلان کا قول بھی مروی ہے، چناں چہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے ان کی توثیق کرنے کے ساتھ ساتھ دبے لفظوں میں ان کے تشیع کی طرف میلان کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے: " ثقة صادق فيه تشيع يسير و موالاة لاتضر ".(۲٦) شاید ان دونوں حضرات کے کلام کا مقصد یہ ہو کہ چوں کہ علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں ایسی روایات بغیر نقد و کلام کے نقل کی ہیں جن سے ان کا تشیع کی طرف میلان معلوم

ہوتا ہے، لہٰذا اس تصریح کے بعد طبری کی وہ تمام روایات جن سے اہل تشیع کے مخصوص افکار کی تائید ہوتی ہے وہ غیر معتبر قرار پائیں گی۔

محقق عصر مولانا محمد نافع صاحب کا تبصرہ:...... تاریخ طبری میں منقول معتضد باللہ عباسی کا رسالہ جسے مؤرخ طبری نے ۲۸۴ھ کے تحت بلا کسی نقد و تحقیق و تمحیص اور کلام کے نقل کیا ہے، جس میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کے خلاف سب و شتم اور لعن طعن کرنے کے جواز میں مواد فراہم کیا اور اس میں موجبات لعن و طعن درج کیے ہیں، اس رسالہ پر تنقید کرتے ہوئے ''الطبری کی حکمت عملی'' کے تحت محقق عصر، یگانہ روزگار اور عبقری شخصیت حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ، فاضل دارالعلوم دیوبند نے ''فوائد نافعہ'' میں جو کچھ فرمایا وہ من وعن پیش خدمت ہے:

''غور طلب بات یہ ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر الطبری کے لیے عباسیوں کے اس فراہم کردہ غلیظ مواد کو من وعن نقل کر کے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟ اور اس نے کون سی مجبوری کی بنا پر یہ کار خیر پورا کیا؟؟ گویا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب و شتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کروائے تھے، ان پر آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا؟ چناں چہ شیعہ اور روافض رسالہ مذکورہ میں مندرجہ مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں، درحقیقت الطبری نے اہل اسلام میں انتشار پھیلانے اور افتراق ڈالنے کے لیے بڑی عجیب تدبیر اور حکمت عملی اختیار کی، جس سے مخالفینِ صحابہ کو یک گونہ رہنمائی حاصل ہوئی اور ان کو عداوت پوری کرنے کے لیے ایک تیار شدہ مواد دستیاب ہو گیا۔ کئی لوگ ان دلائل پر نظر کرنے میں متذبذب ہوں گے، کئی ناظرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متنفر ہوں گے اور بعض قارئین دل برداشتہ ہو کر اموی صحابہ رضی اللہ عنہم سے منحرف ہو جائیں گے۔ الطبری کو اس باطل مواد کو اس تفصیل کے ساتھ ذکر ہی نہیں کرنا چاہیے تھا، بلکہ صرف ایک واقعہ تاریخ کی حیثیت سے اجمالاً ذکر کر دینا کافی تھا، جیسا کہ باقی مؤرخین نے واقعہ ھذا کو اجمالاً درج کیا ہے اور دلائل کی تفصیل کی طرف نہیں گئے اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ذکر کیا تھا تو اس مواد کے بطلان پر کچھ تو کلام کرنا چاہیے تھا، تاکہ لوگ اس سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، لیکن الطبری نے ایسا نہیں کیا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب التاریخ طبری کی نیت بخیر نہ تھی، بلکہ فاسد تھی اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں الطبری خود سوءِ ظنی کا مریض تھا۔ (لکل امری مانوی، جزاہ اللہ تعالی علی حسب مرامہ)''(۲۷) انتھی ماقال.

مولانا مہر محمد صاحبؒ کی رائے:......"ابن جریر طبری کا مذہب" اس عنوان کے تحت مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ وہی امام طبری المتوفی ۳۱۰ھ ہیں جنہیں اہل بغداد نے تشیع سے متہم کرکے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا (۲۸)، گوشیعہ نہیں ہیں، تاہم اپنی تاریخ یا تفسیر میں ایسی کچی پکی روایات خوب نقل کردیتے ہیں جو شیعہ کی موضوع یا مشہور کی ہوئی ہوتی ہیں۔ (۲۹)

عرب علماء کی رائے:......معاصر عرب اہل علم حضرات میں سے ڈاکٹر خالد علال کبیر صاحب (۳۰) نے اپنی کتاب "مدرسة الكذابين في رواية التاريخ الإسلامي و تدوينه" میں مؤرخ طبری کے اس مخصوص طرزِ عمل کے بارے میں لکھا ہے کہ "میرے نزدیک انہوں نے یہ (یعنی تحقیق وتمحیص کے بغیر صرف اسانید کے ساتھ روایات کو نقل کر کے) ایک ناقص کام کیا ہے اور ان تمام روایات کے وہ خود ذمہ دار ہیں جو انہوں نے اپنی تاریخ میں مدون کی ہیں، پس انہوں نے عمداً دروغ گوراویوں سے بکثرت روایات نقل کیں اور ان پر سکوت اختیار کیا، یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے جو بعد میں آنے والی بہت ساری نسلوں کی گمراہی کا سبب بنا، انہیں (طبری) کو چاہیے تھا کہ وہ ان دروغ گورایوں کا بغیر ضرورت کے تذکرہ نہ کرتے، یا ان پر نقد کرتے اور ان کی روایات کی جانچ پڑتال کرتے، صرف ان کی اسانید کے ذکر پر اکتفا کر کے سکوت اختیار نہ کرتے۔ نقدِ روایات اس لیے ضروری تھا کہ تاریخ طبری کا مطالعہ کرنے والوں میں غالب اکثریت ان لوگوں کی ہے جن میں اتنی علمی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ ان روایات پر سند ومتن کے اعتبار سے نقد کرسکیں، چہ جائے کہ اگر اس سے استفادہ کرنے والے صرف حدیث، تاریخ ودیگر علوم میں متبحر ہوتے تو تب یہ طے شدہ بات تھی کہ وہ نقد وتمحیص کا عمل انجام دیتے۔" (۳۱)

ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں کہ "اس معاملہ کو اس سے بھی زیادہ سنگین اس بات نے کردیا کہ طبری کے بعد آنے والے اکثر مؤرخین نے قرونِ ثلاثہ کے بارے میں ان سے بکثرت روایات نقل کی ہیں، جیسا کہ ابن جوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں، ابن الاثیر نے الکامل میں اور ابن کثیر نے البدایہ میں بغیر سند کے نقل کیا ہے اور ان حضرات کا اس طرح بغیر سند کے روایات نقل کرنے سے ثقہ اور دروغ گوراویوں کی روایات خلط ملط ہوگئیں ہیں، بسا اوقات تاریخ طبری کی طرف مراجعت کے بغیر ان روایات میں تمیز مستحیل ہوجاتی ہے۔" (۳۲)

یہ تو صرف تاریخ طبری سے متعلق ایک سرسری جائزہ ہے ورنہ ہر روایت پر سند اور متن کے اعتبار سے تفصیلی کلام کے لیے مستقل دفتر کی ضرورت ہے، ممکن ہے کہ کسی کو اس جائزہ سے اختلاف ہو یا وہ اسے مبالغہ پر محمول کرے، یا حقیقت سے بعید قرار دے، لیکن یاد رہے اس طرح کی باتیں کرنے والا یا تو تاریخ اور اس کی تدوین اور پس منظر اور اس میں دروغ گوئی کے اسباب واہداف سے ناواقف ہوگا، یا واقفیت کے باوجود انکار کررہا ہوگا تو اسے تجاہل عارفانہ کی بجائے تجاہل جاہلانہ وعنادیہ میں سے قرار دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ یہاں تو صرف ایک کتاب کے بارے میں ایک

سرسری سا جائزہ پیش کیا گیا ہے، اگر کوئی صاحب علم وتجربہ اور درستگی فکر کا حامل مؤرخ تاریخ، تراجم، فرق اور مختلف مذاہب سے متعلق کتابوں کا نقد وتحقیق کے اصولوں کی روشنی میں ایک معتدلانہ جائزہ لے گا تو وہ اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب، باہم متناقض اور مستحیل قسم کی روایات کو پائے گا، جنہیں قرونِ ثلاثہ میں امت مسلمہ کے سیاسی، گروہی اور مختلف فرقوں کی تقسیم کے نتیجہ میں دروغ گواریوں کا لازمی نتیجہ فکر قرار دیئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں پائے گا۔

افتراق وانتشار اور گروہی اختلافات کی اساس:...... غرض کذاب اور دروغ گورایوں کی موضوع ومن گھڑت اور نصوصِ شریعت وحاملین دین متین سے متصادم روایات ہی امت مسلمہ میں افتراق وانتشار اور تمام گروہی اختلافات کی اساس وبنیاد ہیں، جن کو صراط مستقیم سے منحرف فرقوں نے جب مذہبی قداست کا لبادہ اوڑھادیا تو اس مکتبہ فکر کے ماننے والوں نے ان روایات کو دین اور رجال پر طعن کرنے، گمراہ افکار کی نصرت وتائید، مسلمہ حقائق اور متوارث تاریخ اسلامی میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے بطور سلاح کے استعمال کرنا شروع کردیا۔

اتحادِ امت کا نسخہ کیمیا:...... امت مسلمہ کا درد رکھنے والا منصف مزاج محقق ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان دروغ گو مکتبہ فکر کے گمراہ لوگوں نے اپنے مخصوص افکار وعقائد کی بنیاد اپنے مکتبہ فکر کے ان مخصوص اور دروغ گوراویوں کی روایات پر رکھی ہے اور قرآن کریم اور سنت صحیحہ ودیگر نصوص شریعت کو درخور اعتنا نہیں سمجھا، اگر یہ گمراہ فرقے آج بھی قرآن کریم، سنت صحیحہ اور دیگر متواتر وقطعی نصوص شریعت کی طرف رجوع کریں تو امت مسلمہ میں ہر طرح کے اختلاف ختم ہو جائیں اور یہ امت پھر سے ایک جسد وقلب کی مانند متفق ومتحد ہو جائے گی، امت مسلمہ کی اتحاد کا یہی ایک نسخہ کیمیا ہے۔

تدوین جدید کی ضرورت:...... موجودہ حالات میں امت مسلمہ کے اختلافات، انتشار اور فرقوں میں تقسیم کو دیکھتے ہوئے ایک معتدل اور امت کا درد رکھنے والا مؤرخ ضرور تاریخ اسلامی کی تدوین جدید کی آواز اٹھائے گا، تدوین جدید کے لیے کیا جانے والا جدید مطالعہ درج ذیل نکات کی روشنی میں ہو تو زیادہ مفید مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے:

(۱)...... شریعت مطہرہ اور درایت وعقل کے خلاف روایت مردود ہے، چناں چہ علماء نے صراحت کی ہے کہ جو روایت بھی درایت اور عقل کے خلاف ہو، یا اصول شریعت کے متناقض ہو تو جان لیں کہ وہ روایت موضوع ہے اور اس کے راویوں کا کوئی اعتبار نہیں، اسی طرح جو روایت حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو، یا قرآن کریم، سنت متواترہ اور اجماع قطعی کے مبائن ہو تو وہ روایت بھی قابل قبول نہیں۔ (۳۳)

(۲)...... صحابہ وائمہ دین کی عیب جوئی سے متعلق روایت بھی قابل اعتبار نہیں، کیوں کہ روایات وضع کرنے والوں میں بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین کی برائیاں اور عیب بیان کرنے کے لیے، یا اپنے دیگر مذموم اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لیے روایات وضع کیں ہیں، ان کا یہ عمل یا تعنت وعناد کی وجہ سے ہے یا تعصب وفساد کی وجہ سے ہے، پس ان لوگوں کی روایات کا کوئی اعتبار نہیں، جب تک کہ ان کی کوئی سند معتمد نہ پائی جائے،

یا سلف صالحین میں سے کسی نے اس پر اعتماد نہ کیا ہو۔(۳۴)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض اور علامہ مازری رحمہما اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "ہمیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن رکھنے اور ہر بری خصلت کی ان سے نفی کا حکم دیا گیا ہے؛ لہٰذا اگر ان کے بارے میں کسی روایت میں اعتراض پایا جائے اور اس کی صحیح تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس صورت میں ہم اس روایت کے راویوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں گے۔"(۳۵)

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ "اس بارے میں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کی مناسب تاویل کی جائے اور اگر مناسب تاویل ممکن نہ ہو تو اس روایت کو رد کر کے سکوت اختیار کرنا واجب ہے اور طعن کو بالیقین ترک کرنا ہوگا، اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سے مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا ہے۔(۳۶)

(۳)......نہایت اعتدال کے ساتھ ان تمام مؤرخین کی کتابوں سے ثقہ اور جھوٹے وکذّاب راویوں کی روایات میں تمیز کی جائے، جنہوں نے اپنی کتابوں میں دونوں طرح کی روایات کو جگہ دی ہے، جیسا کہ خلیفہ بن خیاط، محمد بن سعد، زبیر بن بکار، موسیٰ بن عقبہ، وھب بن منبہ، ابن جریر طبری اور ابن اثیر وغیرہ۔

(۴)......تاریخی روایات کی سند اور متن ہر دو اعتبار سے نقد وتمحیص وتحقیق کے مسلمہ قواعد کی روشنی میں جائزہ لے کر ان پر محتاط ومحققانہ کلام کیا جائے۔

(۵)......اس بات میں بھی تفریق ضروری ہے کہ مؤلف اور صاحب تاریخ خود تو ثقہ ہیں، لیکن اس نے نقلِ واقعات وروایات میں دروغ گو اور کذّاب راویوں پر اعتماد کیا ہے، جیسا کہ ابن جریر طبری کا حال ہے، ایسی صورت میں اس مؤرخ کی صرف ثقہ راویوں والی روایات مقبول قرار پائیں گی، دروغ گو وکذّاب رُوات کی روایات مردود سمجھی جائیں گی۔(۳۷)

(۶)......اگر صاحب تاریخ خود کذّاب ودروغ گو ہو تو پھر اس کی کتاب میں موجود ثقہ لوگوں کی روایات بھی غیر معتبر قرار دے دی جائیں گی۔

(۷)......اصل اور ضابطہ تو کذاب راویوں کی روایات کے بارے میں عدم قبولیت کا ہے، البتہ اگر ان کی کوئی روایت، قرآن کریم، سنت مبارکہ اور اجماع امت کے مخالف نہ ہو تو دیگر ثقہ راویوں کی روایت کی تائید میں قرائن ومرجحات کی موجودگی میں قبول کرنے کی گنجائش ہوگی، کمامرّ۔

(۸)......دینی امور، صحابہ کرام، ائمہ وسلف صالحین کے علاوہ دیگر دنیاوی معاملات میں اگر کسی ثقہ راوی کی روایت دستیاب نہ ہو تو بصورت مجبوری دروغ گو راویوں سے منقول روایات نقل واقعہ کی غرض سے ذکر کرنے کی گنجائش ہوگی، مگر اس سے علم یقین حاصل نہ ہوگا، کمامرّ۔

(۹)......تاریخ اور تحقیق کے نام پر محض مؤرخین کی ذکر کردہ روایات سے اخذ کردہ نتائج بھی غیر مقبول شمار ہوں گے، البتہ حقیقی اور مسلمہ اصولوں کے تحت روایت قابل قبول قرار پائے تو اس سے ماخوذ نتائج درست قرار دیئے جائیں گے۔

(۱۰)......اس پورے عمل کے دوران اس بات کا استحضار رہے کہ ہماری تاریخ دروغ گو مکتبہ فکر کے اغوا کاری کا شکار رہی ہے، لہٰذا معمولی سی غفلت سے موجودہ اور آئندہ آنے والی امت مسلمہ کی نسلوں میں تشکیک، تحریف، تضلیل، ائمہ دین واسلاف سے بیزاری اور گروہی اختلافات کی آڑ میں ان تاریخی روایات کی بنیاد پر کشت وخون کی ہولیاں کھیلی جائیں گی۔(۳۸)

حواشی وحوالہ جات

(١) القاموس المحيط للفيروز آبادی،فصل الهمزة:١/٣١٧، المحكم والمحيط الأعظم لابن سيدة ، فصل الخاء واللام والهمزة: ٥/٢٣٨،دار الكتب العلمية، المعجم الوسيط باب الهمزة:١/١٣، دار النشر، تاج العروس،أرخ: ٧/٢٢٥،دار الهداية، لسان العرب،أرخ:٣/٤،دار صادر(٢) الصحاح : ١/٤٤٠ ، مختار الصحاح ، باب الألف :١/١٣،مكتبة لبنان ناشرون(٣) القاموس المحيط للفيروزآبادي، فصل الهمزة:١/٣١٨، المحكم والمحيط: ٥/٢٣٨، المغرب ، الهمزة مع الراء ١: ٣٥ ، مكتبة أسامة بن زيد حلب، لسان العرب: ٣/٤ ، الصحاح:١/٤٤٠ (۴) تفصیل کے لیے دیکھئے:الشماريخ في علم التاريخ للسيوطي: ١/١٠-١٤،الدار السلفية كويت ، تاريخ ابن خلدون : ١/٣، ٩، ٣٥، تاريخ الإسلام للذهبي: ١/١٢،دار الكتاب العربي، تاريخ الطبري: ١/١٢،دار الكتب العلمية(٥) الكامل في التاريخ : ١/٩،دار الكتب العلمية ،الشماريخ في علم التاريخ للسيوطي: ١/١٤ (٦) تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی:۱/۲۳، ۲۴۔مکتبۃ العلم کراچی(٧) طبقات الشافعية:١/١٩٧، ١٩٨، دار المعرفة،بيروت (٨) بحوالہ سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:۲/۱۲، دار الکتاب لاہور(٩)ميزان الاعتدال: ١/٢٤٥،دار الكتب العلمية (۱۰) تفصیل کے لیے دیکھیے: الضعفاء لابن الجوزي: ٣/٨٤، ٤/٣٦٥،دار الكتب العلمية، لسان الميزان : ٣/٤٤٤(١٠☆)ميزان الاعتدال:٢/١٧١(١١)لسان الميزان: ١/١٣،مؤسسة الأعلمي بيروت(١٢) ميزان الاعتدال :٧/٤٤(١٣) ميزان الاعتدال :١/٢٤٥ (١٤)طبقات الشافعية الكبرىٰ للسبكي:٢/١٣٥ ــ ١٣٨،تذكرة الحفاظ : ٢/٧١٠-٧١٦،دار الصميعي،ميزان الاعتدال :٣/٤٩٨،٤٩٩،لسان الميزان :٥/١٠٠،١٠٣،وفيات الأعيان لابن خلكان:٤/١٩١،دار صادر،الأعلام للزركلي:٦/٦٩،دار العلم للملايين(١٥)معجم الأدباء:٦/٥١٦،مؤسسة المعارف(١٦) مقدمة ملحقة في بداية تاريخ الطبري،ص٧،٨،دار الكتب

العلمية(١٧)طبقات الشافعية الكبرىٰ:٢/١٣٥ـ١٣٨،تذكرة الحفاظ : ٢/٧١٠ـ٧١٦،ميزان الاعتدال: ٣/٤٩٨،٤٩٩،لسان الميزان :٥/١٠٠،١٠٣(١٨) تذكرة الحفاظ : ٢/٧١٠ـ ٧١٦،ميزان الاعتدال :٣/٤٩٨،٤٩٩،لسان الميزان :٥/١٠٠ـ١٠٣(١٩)حاشية الإمام ابن القيم على سنن أبي داود في ذيل عون المعبود:٢/٢٠٥(٢٠) لسان الميزان :٥/١٠٣(٢١)ميزان الاعتدال :٣/٤٩٩،لسان الميزان :٥/١٠٣(٢٢)الفوائد الرجالية:٧/١٩٩،مكتبة العلمين الطوسي و بحر العلوم في نجف الأشرف،مكتبة الصادق طهران، الفهرست،ص:٥٨، رجال ابن داود للحلّي:١/٣٨٦،رجال الطوسي لأبي جعفر الطوسي:٢/٢٤٢،مؤسسة النشر الإسلامي قم،رجال النجاشي لأبي العباس أحمد بن علي النجاشي:١/٣٧٨،موسسة النشر الإسلامي قم ،معجم رجال الحديث للسيد الخوئي:١/١٣٢،١٢/١٥٤،ايران(٢٣)أصول مذهب الشيعة الإمامية الإثني عشرية عرض و نقد:٣/١٤٩ (٢٣☆)ڈاکٹر خالد صاحب کی کتاب میں دوبار"یسار" کی جگہ"سیار" آیا ہے، غالبًا یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے،محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں جرح اور تعدیل دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں،البتہ ابن اسحاق جمہور کے نزدیک ثقہ ہے،(تعليقات الشيخ عبد الفتاح أبو غده على الرفع والتكميل ،ص :١١٤ـ١١٦،مكتبة الدعوة الإسلامية بشاور)،لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ موصوف چوں کہ تشیع سے بھی متہم ہے،(تہذیب الکمال:٢٤/٤١٦، مؤسسۃ الرسالۃ) اس لیے ان کی وہ تمام روایات جن سے تشیع کی کسی بھی طرح تائید ہوتی ہے غیر معتبر ہوں گی۔ (٢٤)تفصیل کے لیے دیکھیے: مدرسة الكذابين فى رواية التاريخ الإسلامي و تلوينيه، ص:٤٥ـ٤٧،دار البلاغ الجزائر (٢٥)تاريخ الطبري، خطبة الكتاب : ١/١٣(٢٦)ميزان الاعتدال :٣/٤٩٩،لسان الميزان:٥/١٠٠ (٢٧)فوائد نافعہ:١/٥٧ـ٥٨،دار الکتاب لاہور(٢٨) معجم الأدباء :٦/٢٤١٥(٢٩)ہزار سوال کا جواب،ص:٧٩،مرحبا اکیڈمی(٣٠)موصوف نے جامعۃ الجزائر سے تاریخ اسلامی میں ڈاکٹریٹ کی ہوئی ہے۔ (٣١)مدرسة الكذابين في رواية التاريخ الإسلامي و تلوينه: ١/٦٧، ٦٨ (٣٢)حوالہ سابق(٣٣)فتح المغيث: ١/٢٤٩، ٢٥٠(٣٤) الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة ، ص:٢٩ (٣٥)شرح النووي ، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء:١٢/٢٩٦،دار المعرفة(٣٦) الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية رضي الله عنه ،ص:٦٦، (٣٧) مدرسة الكذابين في رواية التاريخ الإسلامي و تلوينه،ص:٥٣ (٣٨) حوالہ سابق۔

☆......☆......☆